أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

Ayat No 1

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ
بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ﴿۱۲﴾

Yawma taral mu'mineena walmu'minaati yas'aa nooruhum baina aydeehim wa bi aymaanihim bushraakumul yawma jannaatun tajree min tahtihal anhaaru khaalideena feeha; zaalika huwal fawzul 'azeem

(57 Al Hadeed Verse 12 الحدید ایت 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

اُس دن جبکہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور اُن کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب
دوڑ رہا ہو گا۔17 (ان سے کہا جائے گا کہ) ”آج بشارت ہے تمہارے لیے“۔ جنتیں ہو نگی جن کے نیچے نہریں
بہ رہی ہو نگی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی ہے بڑی کامیابی

On that Day you will see believing men and women that their light will be running before them and on their right hands. (They will be told): “A good tiding to you today.” There shall be Gardens beneath which rivers flow; therein they shall abide. That indeed is the great triumph.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 17

اس آیت اور بعد والی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں نور صرف مومنین صالحین کے لیے مخصوص ہو گا، رہے کفار و منافقین اور فساق و فجار، تو وہ وہاں بھی اسی طرح تاریکی میں بھٹک رہے ہوں گے جس طرح دنیا میں بھٹکتے رہے تھے۔ وہاں روشنی جو کچھ بھی ہو گی، صالح عقیدے اور صالح عمل کی ہو گی۔ ایمان کی صداقت اور سیرت و کردار کی پاکیزگی ہی نور میں تبدیل ہو جائے گی جس سے نیک بندوں کی شخصیت جگمگا اٹھے گی جس شخص کا عمل جتنا تابندہ ہو گا اس کے وجود کی روشنی اتنی ہی زیادہ تیز ہو گی اور جب وہ میدان حشر سے جنت کی طرف چلے گا تو اس کا نور اس کے آگے آگے دوڑ رہا ہو گا۔ اس کی بہترین تشریح قتادہ کی وہ مرسل روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کسی کا نور اتنا تیز ہو گا کہ مدینہ سے عدن تک کی مسافت کے برابر فاصلے تک پہنچ رہا ہو گا، اور کسی کو نور مدینہ سے صنعاء تک، اور کسی کا اس سے کم، یہاں تک کہ کوئی مومن ایسا بھی ہو گا جس کا نور اس کے قدموں سے آگے نہ بڑھے گا" (ابن جریر)۔ بالفاظ دیگر جس کی ذات سے دنیا میں جتنی بھلائی پھیلی ہو گی اس کا نور اتنا ہی تیز ہو گا، اور جہاں جہاں تک دنیا میں اس کی بھلائی پہنچی ہو گی میدان حشر میں اتنی ہی مسافت تک اس کے نور کی شعاعیں دوڑ رہی ہوں گی۔

یہاں ایک سوال آدمی کے ذہن میں کھٹک پیدا کر سکتا ہے۔ وہ یہ کہ آگے آگے نور کا دوڑنا تو سمجھ میں آتا ہے، مگر نور کا صرف دائیں جانب دوڑنا کیا معنی؟ کیا ان کے بائیں جانب تاریکی ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنے دائیں ہاتھ پر روشنی لیے ہوئے چل رہا ہو تو اس سے روشن تو بائیں جانب بھی ہو گی مگر امر واقعہ یہی ہو گا کہ روشنی اس کے دائیں ہاتھ پر ہے۔ اس بات کی وضاحت نبی ﷺ کی وہ حدیث کرتی ہے جسے حضرت ابوذر اور ابوالدرداء نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اعرفهم بنورهم الذی یسعیٰ بین ایدیهم و عن

ایمانھم و عن شمائلھم میں اپنی امت کے صالحین کو وہاں ان کے اس نور سے پہچانوں گا جو ان کے آگے اور ان کے دائیں اور بائیں دوڑ رہا ہو گا" (حاکم، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)۔

تفسیر تدبر القرآن

(یوم تری المومنین و المومنت یعسی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم بشریکم الیوم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ذلك ھو الفوز العظیم)(12)

(انفاق قیامت کے دن روشنی بنے گا)

یہ اسی باعزت صلہ کے ایک خاص پہلو کی وضاحت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کی رہنمائی جنت کی طرف روز حشر اس طرح کرے گا کہ ان کی روشنی ان کے آگے اور دہنے چل رہی ہو گی اور وہ اس روشنی میں جنت کی طرف بڑھیں گے جب کہ دوسرے لوگ جنہوں نے یہ روشنی اپنے اندر نہیں پیدا کی ہو گی تاریکی میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ آیات کے سیاق وسباق پر نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا کہ یہ روشنی اسی انفاق کے فیض سے حاصل ہو گی۔ جس کی یہاں دعوت دی جا رہی ہے۔ اوپر آیت 9 ھو الذی ینزل علی عبدہ ایت بینت لیخرجکم من الظلمت الی النور کے تحت ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ آیت بینت سے اشارہ یہاں خاص طور پر ان آیات کی طرف ہے جو انفاق کی عظمت و اہمیت واضح کرنے کے لیے نازل ہوئیں اسی انفاق سے نفاق کی جڑ کٹتی ہے اور اسی سے وہ نور حکمت عطا ہوتا ہے جو اس دنیا کی تاریکیوں میں بھی انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور آخرت میں بھی یہ رہنمائی کرے گا۔ سعی یہاں دوڑنے کے مفہوم میں نہیں ہے۔ یہ لفظ کسی کام کے سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ ہونے یا اس کو مستعدی کے ساتھ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے بلکہ اس کا غالب استعمال اس معنی میں ہے۔ یہاں یہ اسی مفہوم میں ہے۔ یہ نور صرف ان کے آگے اور ان کے

داہنے پھیلے گا۔ بائیں جانب اس کا عکس نہیں پڑے گا تاکہ اصحاب الشمال اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ آگے ان کی اس نور سے محرومی کا ذکر آرہا ہے۔

(بشرٰکم الیوم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ذلک ھو الفوز العظیم) یہ بشارت صورت حال کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے اور فرشتوں کی زبانی بھی ہو سکتی ہے۔ قرآن میں نظائر دونوں کی تائید میں موجود ہیں۔ (ذلک ھو الفوز العظیم) یعنی اگر کسی کو اللہ نے مال بخشا ہے تو اس سے وہ سب سے بڑا فائدہ جو حاصل کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے دل کے اندر وہ روشنی پیدا کرے جو قیامت کے اندھیرے میں اس کی رہنمائی کرے۔ اس کے سوا جتنے فائدے بھی ہیں وہ وقتی اور عارضی ہیں اور ان کے اندر جو ضرر ضمیر ہے وہ دائمی اور ابدی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حوصلہ ہے تو اس فوز عظیم کو حاصل کرنے کے لیے اپنے مال خرچ کرو۔

Ayat No 2

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ
قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ
الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؀

Yawma yaqoolul munaafiqoona walmunaafiqaatu lil lazeena aamanu unzuroonaa naqtabis min noorikum qeelarji'oo waraaa'akum faltamisoo nooran faduriba bainahum bisooril lahoo baabun, baatinuhoo feehir rahmatu wa zaahiruhoo min qibalihi-'azaab

(57 *Al Hadeed Verse* 13 الحدید ایت 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

اُس روز منافق مردوں اور عورتوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ مومنوں سے کہیں گے ذرا ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم
تمہارے نُور سے کچھ فائدہ اُٹھائیں، 18 مگر ان سے کہا جائے گا پیچھے ہٹ جاؤ، اپنا نور کہیں اور تلاش کرو۔ پھر ان
کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا۔ اُس دروازے کے اندر رحمت ہو گی
اور باہر عذاب۔ 19

On that Day the hypocrites, both men and women, shall say to the believers: “Look at us that we may extract some light from your light.” They will be told: “Go back and seek light for yourselves elsewhere.” Then a wall shall be erected between them with a door in it. On the inside of it there will be mercy, and on the outside of it there will be chastisement.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 18

مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان جب جنت کی طرف جا رہے ہونگے تو روشنی ان کے آگے ہو گی اور پیچھے منافقین
اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے ہونگے۔ اس وقت وہ ان اہل ایمان کو جو دنیا میں ان کے ساتھ ایک ہی مسلم

معاشرے میں رہتے تھے، پکار پکار کر کہیں گے کہ ذرا ہماری طرف پلٹ کر دیکھو تا کہ ہمیں بھی کچھ روشنی مل جائے۔

سورۃ الْحَدِیْد 19

اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دروازہ بند کر دیا جائیگا۔ دروازے کے ایک طرف جنت کی نعمتیں ہونگی، اور دوسری طرف دوزخ کا عذاب۔ منافقین کے لیے اس حد فاصل کو پار کرنا ممکن نہ ہوگا جو ان کے اور جنت کے درمیان حائل ہوگی۔

تفسیر فی ظلال القرآن

یوم یقول ..... نورکم (31:75) ''اس روز منافق مردوں اور عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مومنوں سے کہیں گے ذرا ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔'' مومنین اور مومنات کا گروہ جدھر بھی دیکھتا ہے ادھر نور ہی نور ہے۔ جو لطیف و شفاف ہے، لیکن اس نور سے منافق مرد اور منافق عورتوں کا گروہ کس طرح استفادہ کر سکتا ہے، انہوں نے تو پوری زندگی جہالت کی تاریکی میں بسر کی ہے۔ ایک نامعلوم آواز اس موقعہ پر پکارتی ہے۔

قیل ارجعوا ..... نورا (31:75) ''مگر ان سے کہا جائے گا'' پیچھے ہٹ جاؤ، ایک نور کہیں اور تلاش کرو۔'' معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز ان تذلیل اور ان کے ساتھ مزاح کے لئے بلند ہوگی۔ اور ان کو یہ یاد دہانی مطلوب ہوگی کہ دنیا میں تم کیا کرتے تجھے رات کے اندھیروں میں اپنی منافقانہ پالیسی تیار کرتے رہتے تھے۔ کہ واپس جاؤ دنیا میں اور وہاں اپنا نور تلاش کرو۔ واپس جاؤ کیونکہ یہ نور تو دنیا سے آیا ہے۔ دنیا کے عمل سے یہ نور حاصل ہوتا ہے۔ آج تو تم دار الجزاء میں ہو یہاں کیا تلاش کرتے ہو۔ اس مرحلے میں اچانک مومنین

اور مومنات کے گروہ اور منافقین اور منافقات کے گروہ کے درمیان جدائی کر دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ جدائی کا دن ہے۔ دنیا میں تو یہ لوگ اسلامی صفوں میں گھس گئے تھے۔

فضرب.....العذاب(31:75)"پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا۔ اس دروازے کے اندر رحمت ہو گی اور باہر عذاب۔" یہ ایک ایسی دیوار ہو گی جس کے اس پار نظر تو نہ آئے گا لیکن آواز سنائی دے گی۔ اب منافقین کا گوہ مومنین کو پکارے گا۔

Ayat No 3

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾

Yunaadoonahum alam nakum ma'akum qaaloo balaa wa laakinnakum fatantum anfusakum wa tarabbastum wartabtum wa gharratkumul amaaniyyu hatta jaaa'a amrul laahi wa gharrakum billaahil gharoor

(57 الحدید ایت 14 *Al Hadeed Verse* 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

وہ مومنوں سے پکار پکار کر کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟20 مومن جواب دیں گے ہاں، مگر تم نے اپنے آپ کو خود فتنے میں ڈالا، 21 موقع پرستی کی، 22 شک میں پڑے رہے، 23 اور جھوٹی توقعات تمہیں فریب دیتی رہیں، 24 یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا، اور آخر وقت تک وہ بڑا دھوکے باز 25 تمہیں اللہ کے معاملہ میں دھوکا دیتا رہا

The hypocrites will call out to the believers: "Were we not with you?" The believers will reply: "Yes; but you allowed yourselves to succumb to temptations, and you

wavered and you remained in doubt and false expectations deluded you until Allah's command came to pass, and the Deluder deluded you concerning Allah.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 20

یعنی مسلمان ہو کر بھی تم مخلص مسلمان نہ بنے، ایمان اور کفر کے درمیان لٹکتے رہے، کفر اور کفار سے تمہاری دلچسپیاں کبھی ختم نہ ہوئیں، اور اسلام سے تم نے کبھی اپنے آپ کو پوری طرح وابستہ نہ کیا۔

سورۃ الْحَدِیْد 21

یعنی مسلمان ہو کر بھی تم مخلص مسلمان نہ بنے، ایمان اور کفر کے درمیان لٹکتے رہے، کفر اور کفار سے تمہاری دلچسپیاں کبھی ختم نہ ہوئیں، اور اسلام سے تم نے کبھی اپنے آپ کو پوری طرح وابستہ نہ کیا۔

سورۃ الْحَدِیْد 22

اصل الفاظ ہیں تَرَبَّصْتُمْ۔ تَرَبُّص عربی زبان میں انتظار کرنے اور موقع کی تلاش میں ٹھہرے رہنے کو کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص دو راستوں میں سے کسی ایک پر جانے کا قطعی فیصلہ نہ کرے، بلکہ اس فکر میں کھڑا ہو کہ جدھر جانا مفید ہوتا نظر آئے اسی طرف چل پڑے، تو کہا جائے گا کہ وہ تربص میں مبتلا ہے۔ منافقین نے کفر و اسلام کی کشمکش کے اس نازک دور میں یہی رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ وہ نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے رہے تھے، نہ پورے اطمینان کے ساتھ اپنی طاقت اسلام کی نصرت و حمایت میں صرف کر رہے تھے۔ بس اپنی جگہ بیٹھے یہ دیکھ رہے تھے کہ اس قوت آزمائی میں آخر کار پلڑا کدھر جھکتا ہے، تاکہ اسلام کامیاب ہوتا نظر آئے تو اس کی طرف جھک جائیں اور اس وقت مسلمانوں کے ساتھ کلمہ گوئی کا تعلق ان کے کام آئے، اور کفر کو غلبہ حاصل ہو تو اس کے حامیوں سے جا ملیں اور اسلام کی طرف سے جنگ میں کسی قسم کا حصہ نہ لینا اس وقت ان کے حق میں مفید ثابت ہو۔

سورۃ الْحَدِیْد 23

اس سے مراد مختلف قسم کے شکوک میں جو ایک منافق کو لاحق ہوتے ہیں، اور وہی اس کی منافقت کا اصل سبب ہوا کرتے ہیں۔ اسے خدا کی ہستی میں شک ہوتا ہے۔ قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں شک ہوتا ہے۔ آخرت اور وہاں کی باز پرس اور جزا و سزا میں شک ہوتا ہے اور اس امر میں شک ہوتا ہے کہ حق اور باطل کا یہ جھگڑا واقعی کوئی حقیقت بھی رکھتا ہے یا یہ سب محض ڈھکوسلے ہیں اور اصل چیز بس یہ ہے کہ خوش باش دمے کہ زندگانی این است۔ کوئی شخص جب تک ان شکوک میں مبتلا نہ ہو وہ کبھی منافق نہیں ہو سکتا۔

سورۃ الْحَدِیْد 24

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک کہ تم کو موت آگئی اور مرتے دم تک تم اس فریب سے نہ نکلے۔ دوسرے یہ کہ اسلام کو غلبہ نصیب ہو گیا اور تم تماشا دیکھتے رہ گئے۔

سورۃ الْحَدِیْد 25

مراد ہے شیطان۔

تفسیر فی ظلال القرآن

ینادونھم ..... معکم (41:75) ”وہ انہیں پکار کر کہیں گے ”کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے“؟ اب ہم کیوں جدا ہو رہے ہیں۔ دنیا میں تو ہم تمہارے ساتھ ایک ہی جگہ زندہ رہے تھے۔ ایک ہی سطح پر اور یہاں بھی ہم ایک ہی جگہ تمہارے ساتھ اٹھائے گئے ہیں۔

قالوبلی (41:75) وہ کہیں ہاں“ معاملہ تو ایسا ہی ہے۔

ولکنکم.....انفسکم(41:75)''مگر تم نے اپنے آپ کو خود فتنے میں ڈالا''۔تم نے اپنے آپ کو ہدایت سے توڑ لیا۔

وتربصتم(41:75)''موقع پرستی کی''۔تم نے عزم کر کے فیصلہ کن انداز میں حق کا راستہ اختیار نہ کیا۔

وتربصتم(41:75)''شک میں پڑے رہے''۔تمہیں یقین کی وہ دولت نہ دی گئی جس کے ذریعے تم آتش نمرود میں کود جاتے۔

وغرتکم الامانی(41:75)''اور جھوٹی توقعات تمہیں دھوکہ دیتی رہیں''۔تم نے یہ سوچا کہ اسی طرح تذبذب منافقت اور لاٹھی کو دونوں جانب سے پکڑنے میں کامیابی ہے۔

حتی جاء امراللہ(41:75)''یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آگیا''۔

وغرکم باللہ الغرور(41:75)''اور آخر تک وہ بڑا دھوکہ باز تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکہ دیتا رہا۔''یہ شیطان تھا۔تمہیں نئی نئی لالچیں دیتا اور تمناؤں کی دنیا میں بساتا۔اب مومنین ان کو مزید یاد دلاتے ہیں اور فیصلہ سناتے ہیں گویا آج فیصلہ ان کے ہاتھ میں۔

Ayat No 4

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِىَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۵

Fal Yawma laa yu'khazu minkum fidyatunw wa laa minal lazeena kafaroo; ma'waakumun Naaru hiya maw laakum wa bi'sal maseer

(57 الحدید ایت 15 *Al Hadeed Verse* 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

لہذا آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اُن لوگوں سے جنہوں نے کھلا کھلا کُفر کیا تھا۔26 تمہارا ٹھکانا جہنم ہے، وہی تمہاری خبر گیری کرنے والی ہے 27اور یہ بدترین انجام ہے

So no ransom shall be accepted from you today, nor from those who disbelieved. You are destined for the Fire. That will be your guardian. And that indeed is a grievous destination.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 26

یہاں اس امر کی تصریح ہے کہ آخرت میں منافق کا انجام وہی ہو گا جو کافر کا ہو گا۔

سورۃ الْحَدِیْد 26

اصل الفاظ ہیں هِيَ مَوْلَاكُمْ، "دوزخ ہی تمہاری مولیٰ ہے" اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ وہی تمہارے لیے موزوں جگہ ہے۔دوسرا یہ کہ اللہ کو تو تم نے اپنا مولیٰ بنایا نہیں کہ وہ تمہاری خبر گیری کرے،اب تو دوزخ ہی تمہاری مولیٰ ہے، وہی تمہاری خوب خبر گیری کرے گی۔

تفسیر فی ظلال القرآن

فالیوم.....المصیر(51:75)"لہٰذا آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کھلا کھلا کفر کیا تھا۔ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے، وہی تمہاری خبر گیری کرنے والی ہے اور یہ بدترین انجام ہے۔"

یہ شاید دربار مقتدر اعلیٰ سے اعلان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب ہو گا۔

اس منظر کی فنی ہم آہنگی کو دیکھا جائے تو اس کے لئے نور کے انتخاب میں ایک خاص حکمت ہے۔ کیونکہ یہ بات منافقین اور منافقات کے گروہ کے بارے میں ہے اور منافقین اور منافقات کے گروہ کا اصل کردار ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے باطن کو چھپاتے ہیں اور ان کے ضمیروں میں جو بات چھپی ہوتی ہے اس کے مقابلے میں کچھ اور ظاہر کرتے ہیں۔ وہ نفاق کی کاروائیاں ہمیشہ اندھیروں میں کرتے ہیں۔ اندھیرا چھپاتا ہے اور روشنی دکھاتی ہے۔ گویا دو کردار بھی متضاد ہیں ایمان اور نفاق اور دو رنگ بھی متضاد ہیں نور اور ظلمت۔ اور ان دونوں چیزوں سے منظر نہایت خوب بنتا ہے۔ ایمان کو روشن دکھایا گیا ہے اور نفاق کو تاریک۔ مومن نور میں سفر کر رہے ہیں اور منافق اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ معانی کو منظر کی روشنیوں کے ذریعہ بھی ظاہر کیا گیا۔ ‘‘ (مشاہدے القیامہ)

کون ہے جو اس دن نور کا طلب گار نہ ہو گا اور اس کا مشتاق نہ ہو گا۔ کون ہے جو اس کے بعد بھی انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرے گا۔ اس قدر موثر دلائل، مفادات اور اچھے انجام کے باوجود.... یہ ہے قرآن کا انداز تعلیم و تربیت، قرآن نہایت تسلسل اور مستقل مزاجی سے مومنین کی تربیت کر رہا ہے۔ اور ایک ماہر کی طرح اور علیم و خبیر استاد کی طرح بڑی حکمت سے ہدایات اور سبق طلبہ کے ذہن میں یوں اتارتا ہے کہ وہ فورات عمل کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد دوسرا سیشن آتا ہے اس میں بھی مسلسل پکار ہے اور اسی انداز میں اور اسی طرز پر جماعت مسلمہ کو عمل پر ابھارا جاتا ہے۔

Ayat No 5

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ
الۡحَقِّ ۙ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡہِمُ
الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۱۶﴾

Alam ya'ni lil lazeena aamanooo an takhsha'a quloobuhum lizikril laahi wa maa nazala minal haqqi wa laa yakoonoo kallazeena ootul Kitaaba min qablu fataala 'alaihimul amadu faqasat quloobuhum wa kaseerum minhum faasiqoon

(57 Al Hadeed Verse 16 الحدید ایت 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اُس کے نازل کردہ حق کے آگے جُھکیں 28 اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدّت اُن پر گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟ 29

Is the time not come that the hearts of the believers should be humbled to Allah's remembrance and to the Truth that He has revealed, and that they should not be like those who were vouchsafed the Book and then a long time elapsed so that their hearts were hardened? A great many of them are now evil-doers.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 28

یہاں پھر "ایمان لانے والوں" کے الفاظ تو عام ہیں مگر ان سے مراد تمام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کا وہ خاص گروہ ہے جو ایمان کا اقرار کر کے رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں میں شامل ہو گیا تھا اور اس کے باوجود اسلام کے درد سے اس کا دل خالی تھا۔ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ کفر کی تمام طاقتیں اسلام کو مٹا دینے پر تلی ہوئی ہیں،

چاروں طرف سے انہوں نے اہل ایمان کی مٹھی بھر جماعت پر نرغہ کر رکھا ہے، عرب کی سرزمین میں جگہ جگہ مسلمان تختہ مشق ستم بنائے جا رہے ہیں، ملک کے گوشے گوشے سے مظلوم مسلمان سخت بے سروسامانی کی حالت میں پناہ لینے کے لیے مدینے کی طرف بھاگے چلے آ رہے ہیں، مخلص مسلمانوں کی کمر ان مظلوموں کو سہارا دیتے دیتے ٹوٹی جا رہی ہے، اور دشمنوں کے مقابلے میں بھی یہی مخلص مومن سربکف ہیں، مگر یہ سب کچھ دیکھ کر بھی ایمان کا دعویٰ کرنے والا یہ گروہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ اس پر ان لوگوں کو شرم دلائی جا رہی ہے کہ تم کیسے ایمان لانے والے ہو؟ اسلام کے لیے حالات نزاکت کی اس حد کو پہنچ چکے ہیں، کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کا ذکر سن کر تمہارے دل پگھلیں اور اس کے دین کے لیے تمہارے دلوں میں ایثار و قربانی اور سرفروشی کا جذبہ پیدا ہو؟ کیا ایمان لانے والے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اللہ کے دین پر برا وقت آئے اور وہ اس کی ذرا سی ٹیس بھی اپنے دل میں محسوس نہ کریں؟ اللہ کے نام پر انہیں پکارا جائے اور وہ اپنی جگہ سے ہلیں تک نہیں؟ اللہ اپنی نازل کردہ کتاب میں خود چندے کی اپیل کرے، اور اسے اپنے ذمہ قرض قرار دے، اور صاف صاف یہ بھی سنا دے کہ ان حالات میں جو اپنے مال کو میرے دین سے عزیز تر رکھے گا وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہو گا، اس پر بھی ان کے دل نہ خدا کے خوف سے کانپیں، نہ اس کے حکم کے آگے جھکیں؟

سورۃ الْحَدِیْد 28

یعنی یہود و نصاریٰ تو اپنے انبیاء کے سینکڑوں برس بعد آج تمہیں اس بے حسی اور روح کی مردنی اور اخلاق کی پستی میں مبتلا نظر آ رہے ہیں۔ کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ ابھی رسول تمہارے سامنے موجود ہے، خدا کی کتاب نازل ہو رہی ہے، تمہیں ایمان لائے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا ہے، اور ابھی سے تمہارا حال وہ ہو رہا ہے جو صدیوں تک خدا کے دین اور اس کی آیات سے کھیلتے رہنے کے بعد یہود و نصاریٰ کا ہوا ہے؟

تفسیر فی ظلال القرآن

الم یان ..... تعقلون

یہ مولائے کریم ورحیم کی طرف نہایت ہی موثر پکار ہے کہ اب تک تو تمہارے دل اللہ کے خوف اور خشوع و خضوع سے بھر جانا چاہئے تھا۔ تم پر تو اللہ کا بہت بڑا فضل ہو چکا ہے۔ تمہارے اندر ایک رسول موجود ہے، جو تمہیں ایمان کی طرف بلا رہا ہے۔ اس رسول پر آیات بینات نازل کر دی گئی ہیں تا کہ تمہیں تاریکیوں سے روشنیوں کی طرف لائیں۔ اور تمہیں اس نے اس کائنات میں اور تمہاری تخلیق میں آیات بھی بتا دی ہیں۔

یہ ایک ایسا عتاب ہے جس میں محبت ہے۔ ہمدردانہ عنایت ہے۔ جوش دلایا جاتا ہے اور شعور دیا جاتا ہے کہ اللہ بڑا جلیل القدر ہے۔ اس کا ذکر حضوع و خشوع کے ساتھ کرو، اور اللہ کی جانب سے جو سچائی آ رہی اسے نہایت عزت واحترام اور اطاعت اور سپردگی کے ساتھ لو، البتہ سوال میں یہ تاثر نمایاں ہے کہ تمہاری رفتار سست ہے۔

الم یان ..... من الحق (61:75) ”کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور ان کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں“ اس طرح ابھارنے اور ست روی پر عتاب کرنے کے ساتھ ان کو لبیک نہ کہنے اور سست روی اختیار کرنے کے برے انجام سے بھی ڈرایا جاتا ہے کہ جب دلوں کو ساتھ ساتھ صاف نہ کیا جاتا رہے تو وہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ ذکر الٰہی سے غافل ہو جائیں اور جب وہ حق کے سامنے جھکنا بھول جائیں:

ولا یکونوا ..... فسقون (61:75) ”اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں“ جب دل سخت ہو جائیں تو پھر اگلا مرحلہ فسق اور فجور کا ہوتا ہے۔

انسانی دل بہت جلد بدل جاتا ہے۔ انسان بہت جلد بھول جاتا ہے۔ جب وہ صاف شفاف اور روشن ہوتا ہے تو اس سے نور کی لہریں اٹھتی ہیں۔ اور موتی کی طرح چمکتا ہے۔ اور جب اس پر زیادہ وقت گزر جائے یاد ہانی اور تربیت ختم ہو جائے تو وہ سخت ہو جاتا ہے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسے مسلسل یاد دہانی اور تربیت کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کے اندر خضوع و خشوع پیدا ہو۔ اسے بار بار کھٹکھٹانا چاہئے تاکہ وہ نرم اور صاف ہوتا رہے اور ہر وقت بیدار رہنا چاہئے کہ وہ سنگدل اور کند نہ ہو جائے۔

لیکن اگر کوئی دل بجھ گیا، پتھر بن گیا، سخت ہو گیا، کند ہو گیا تو مایوسی کی ضرورت نہیں ہے، وہ از سر نو زندہ ہو سکتا ہے، اس میں از سر نو حیات داخل ہو سکتی ہے، وہ از سر نو اللہ کے سامنے جھک سکتا ہے، اللہ تو قدرتوں والا ہے، وہ تو مردہ زمین کو از سر نو زندہ کر دیتا ہے۔ ایک مردہ زمین دیکھتے دیکھتے زندگی سے بھرپور اور تر و تازہ ہو جاتی ہے۔ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے میوہ جات اور پھل دینے لگتی ہے یہی حال دلوں کا ہے۔

Ayat No 6

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ قَدۡ بَيَّنَّا لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝۱۷

l'lamooo annal laaha yuhyil arda ba'da mawtihaa; qad baiyannaa lakumul Aayaati la'allakum ta'qiloon

(57 Al Hadeed Verse 17 الحدید ایت 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

خوب جان لو کہ اللہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے، ہم نے نشانیاں تم کو صاف صاف دکھا دی ہیں، شاید کہ تم عقل سے کام لو۔30

Know well that Allah revives the earth after it becomes lifeless. We have clearly shown Our Signs to you, perchance you will use your reason.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 30

یہاں جس مناسبت سے یہ بات ارشاد ہوئی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نبوت اور کتاب کے نزول کو بارش کی برکات سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ انسانیت پر اس کے وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو زمین پر بارش کے ہوا کرتے ہیں۔ جس طرح مردہ پڑی ہوئی زمین باران رحمت کا ایک چھینٹا پڑتے ہی لہلہا اٹھتی ہے، اسی طرح جس ملک میں اللہ کی رحمت سے ایک نبی مبعوث ہوتا ہے اور وحی و کتاب کا نزول شروع ہوتا ہے وہاں مری ہوئی انسانیت یکایک جی اٹھتی ہے۔ اس کے وہ جوہر کھلنے لگتے ہیں جنہیں زمانہ پائے دراز سے جاہلیت نے پیوند خاک کر رکھا تھا۔ اس کے اندر سے اخلاق فاضلہ کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں اور خیرات و حسنات کے گلزار لہلہانے لگتے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف جس غرض کے

لیے یہاں اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ضعیف الایمان مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ اپنی حالت پر غور کریں۔ نبوت اور وحی کے باران رحمت سے انسانیت جس شان سے از سر نو زندہ ہو رہی تھی اور جس طرح اس کا دامن برکات سے مالا مال ہو رہا تھا وہ ان کے لیے کوئی دور کی داستان نہ تھی۔ وہ خود اپنی آنکھوں سے صحابہ کرام کے پاکیزہ معاشرے میں اس کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ رات دن اس کا تجربہ ان کو ہو رہا تھا۔ جاہلیت بھی اپنے تمام مقاصد کے ساتھ ان کے سامنے موجود تھی، اور اسلام سے پیدا ہونے والے محاسن بھی ان کے مقابلے میں اپنی پوری بہار دکھا رہے تھے۔ اس لیے ان کو تفصیل کے ساتھ یہ باتیں بتانے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ بس یہ اشارہ کر دینا کافی تھا کہ مردہ زمین کو اللہ اپنے باران رحمت سے کس طرح زندگی بخشتا ہے، اس کی نشانیاں تم کو صاف صاف دکھا دی گئی ہیں، اب تم خود عقل سے کام لے کر اپنی حالت پر غور کر لو کہ اس نعمت سے تم کیا فائدہ اٹھا رہے ہو۔

تفسیر فی ظلال القرآن

اعلموا .....موتھا (71:75) ''خوب جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے'' اور قرآن کے اندر وہ چیز ہے جو دلوں کو موت کے بعد پھر زندہ کرتی ہے۔ اس کے اندر وہ مواد موجود ہے جو غذا دیتا ہے، جو سیراب کرتا ہے اور جو گرماتا ہے۔

قد بینا ..... تعقلون (71:75) ''ہم نے نشانیاں تم کو صاف دکھا دی ہیں، شاید کہ تم عقل سے کام لو۔''

اس زندہ کر دینے والی چٹکی کے بعد، اور اس بالواسطہ عتاب کے بعد، اور اس ڈراوے کے بعد دوبارہ انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارا جاتا ہے۔

Ayat No 7

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝١٨

Innal mussaddiqeena wal mussaddiqaati wa aqradul laaha qardan hassanany yudaa'afu lahum wa lahum ajrun kareem

(57 Al Hadeed Verse 18 الحدید ایت 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات 31 دینے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حَسَن دیا ہے، اُن کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے بہترین اجر ہے

Verily those who give alms -- be they men or women, -- and give Allah a beautiful loan shall be repaid after increasing it many times; and theirs shall be a generous reward.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 30

صَدَقَہ اردو زبان میں تو بہت ہی برے معنوں میں بولا جاتا ہے، مگر اسلام کی اصطلاح میں یہ اس عطیے کو کہتے ہیں جو سچے دل اور خالص نیت کے ساتھ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا جائے، جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو، کسی پر احسان نہ جتایا جائے، دینے والا صرف اس لیے دے کہ وہ اپنے رب کے لیے عبودیت کا سچا جذبہ رکھتا ہے۔ یہ لفظ صدق سے ماخوذ ہے اس لیے صداقت عین اس کی حقیقت میں شامل ہے۔ کوئی عطیہ اور کوئی صرف مال اس وقت تک صدقہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تہہ میں انفاق فی سبیل اللہ کا خالص اور بے کھوٹ جذبہ موجود نہ ہو۔

صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں صدقہ لینے والوں پر اپنی برتری نہیں جتلاتے اور اس سودے میں یہ لوگ فریق ہی نہیں ہوتے۔ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس سے بلند اور برتر شعور اور کیا ہو سکتی ہے کہ صدقہ دینے والا یہ سمجھے کہ وہ غنی اور حمید ذات کو قرض دے رہا ہے۔ اور وہ اس کائنات کے مالک کے ساتھ سودا کر رہا ہے۔ اور یہ کہ وہ جو کچھ خرچ کر رہا ہے وہ دوگنا تگنا ہو کر ملے گا۔ اور کئی گنا لوٹانے کے بعد اجر کریم بھی دیا جائے گا۔

صدیقین کا مقام بہت ہی بلند مقام ہے احادیث نبوی میں اس کی خوب تشریح کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ مقام بہت بلند ہے لیکن اس کے حصول کے مواقع ہر کسی کے لئے کھلے ہیں، یہ چند افراد یا کسی طبقے تک محدود نہیں ہے، جو بھی اللہ اور رسول پر صحیح ایمان پیدا کرے اور اس مقام بلند کا طلب گار ہو وہ اسے پا سکتا ہے، اللہ کے فضل پر کوئی حد بندی نہیں ہے۔

والذین ..... الصدیقون (91:75) ''اور جو لوگ اللہ اور رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق ہیں۔'' یہ اس دن کی خاصیت اور امتیازی بات ہے کہ یہ سب انسانوں کے لئے ایک کھلا راستہ ہے۔ یہ ایک بلند افق ہے جس کی طرف سب کی نظریں لگی رہنی چاہیں۔ یہاں کسی کا ٹھیکہ نہیں ہے اور نہ یہ مقامات کچھ مخصوص لوگوں کو ملتے ہیں۔ اسلام میں یہ شخص عمل کر کے اعلیٰ درجات تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا دین ہے جس میں کسی ایسے طبقے کی گنجائش نہیں ہے۔ جسے کوئی پیدائشی برتری حاصل ہو۔

امام مالک اپنی کتاب موطا میں روایت کرتے ہیں صفوان ابن سلیم سے، انہوں نے عطا ابن یسار سے، انہوں نے ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت دیکھیں گے کہ بلند بالا خانوں والوں کو، یہ اونچے ہوں گے، جیسا کہ تم روشن ستارے کو دور مشرقی اور مغربی افق میں دیکھتے ہو، اس لئے کہ بلندی درجات میں

بہت فرق ہو گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا رسول خدا یہ انبیاء کے منازل ہوں گے جن تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکے گا۔ تو فرمایا ہاں ''خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ کچھ لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور جنہوں نے مرسلین کی تصدیق کی''.... یہ ہے ایمان کی چٹکی اور اللہ کے دین پر فدا ہونے کا مقام؟ وہ بعد میں آتا ہے۔

والشھدائ.....ونورھم (91:75) ''اور شہدا ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے''۔ شہدا کی بات تو قرآن میں بار بار آتی ہے۔ احادیث نبوی بھی ان کے بارے میں متواتر ہیں۔ یہ اس دین کے چوکیدار ہوتے ہیں اور کوئی دین چوکیداری کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اور کسی جگہ جہاد کے بغیر دین کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ جہاد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ محفوظ ہو، دعوت اسلامی کے لئے راہ آزاد ہو، اہل دین اور اہل شریعت کو فساد سے محفوظ رکھا جائے، یہی وجہ ہے کہ صرف شہداء فی سبیل اللہ ہی اس اونچے مقام کے شہداء ہیں، وہ رب کے قریب ہوں گے۔ اور وہ رب کے پاس ہوں گے۔ عند ربھم ان کا اعزاز ہے۔

''صحیحین میں روایت ہے کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں ہوتی ہیں اور وہ جہاں چاہتی ہیں چگتی ہیں۔ اس کے بعد وہ ان طاقوں میں آکر ٹھہرتے ہیں۔ اللہ ان پر ظاہر ہو گا اور فرمائے گا تم کیا چاہتے ہو، وہ کہیں گے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے اور ہم پھر تیری راہ میں جنگ کریں جس طرح پہلی مرتبہ جنگ کی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔'' اور شیخین اور دوسروں نے انسؓ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''جو کوئی جنت میں داخل ہو جائے وہ دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہ کرے گا اگرچہ یہاں اس کے لئے بہت کچھ ہو، ماسوائے شہید کے، وہ یہ چاہے گا کہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے اور دسیویں مرتبہ اللہ کی راہ میں قتل ہوتا رہے کیونکہ وہ شہیدوں کی عزت دیکھ چکا ہو گا۔''

یہ باتیں سن کر دور اول کے مسلمانوں کے لئے جان کی کوئی اہمیت نہ رہتی تھی۔ وہ مسلمانجن کو مقام شہادت کا پتہ لگ جاتا تھا۔ امام مالک نے یحییٰ ابن سعید سے روایت کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ جہاد کے لئے لوگوں کو آمادہ فرمارہے تھے۔ اور آپ جنت کا ذکر فرمارہے تھے۔ انصار کا ایک آدمی سن رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں کھجوروں کے کچھ دانے تھے جنہیں وہ کھارہا تھا۔ تو اس نے کہا ”میں تو دنیا کا لالچی ہوں گا، اگر میں بیٹھ گیا اور یہ کھجوریں کھاتا رہا یہاں تک کہ میں ان سے فارغ ہو جاؤں۔ اس نے یہ کھجوریں پھینک دیں اور تلوار اٹھائی اور کفار پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا۔ اس شخص کے نام کے بارے میں روایت ہے کہ وہ عبیر ابن الحمامؓ تھا۔“

جب صدیقوں کا یہ مقام ہے اور شہدا کا یہ مقام ہے تو کافرین اور مکذبین کا مقام بھی بتادیا جاتا ہے۔

Ayat No 8

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾

Wallazeena aamanoo billaahi wa Rusuliheee ulaaa'ika humus siddeeqoon; wash shuhadaaa'u 'inda Rabbihim lahum ajruhum wa nooruhum; wallazeena kafaroo wa kazzaboo bi aayaatinaaa ulaaa'ika As haabul jaheem

(57 *Al Hadeed Verse* 19 الحدید ایت 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسُولوں پر ایمان لائے ہیں 32 وہی اپنے رب کے نزدیک صدّیق 33 اور شہید 34 ہیں، اُن کے لیے اُن کا اجر اور اُن کا نُور ہے۔ 35 اور جن لوگوں نے کُفر کیا ہے اور ہماری آیات کو جُھٹلایا ہے وہ دوزخی ہیں

In Allah's sight only those who truly believe in Allah and His Messengers are utterly truthful and true bearers of witness (for the sake of Allah). For them is their reward and their light. As for those who gave the lie to Our Signs, they are the people of Hell.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 32

یہاں ایمان لانے والوں سے مراد وہ صادق الایمان لوگ ہیں جن کا طرز عمل جھوٹے مدعیان ایمان اور ضعف الایمان لوگوں سے بالکل مختلف تھا۔ جو اس وقت ایک دوسرے سے بڑھ کر مالی قربانیاں دے رہے تھے اور اللہ کے دین کی خاطر جانیں لڑا رہے تھے۔

سورۃ الْحَدِیْد 33

یہ صدق کا مبالغہ ہے۔ صادق سچا، اور صدیق نہایت سچا۔ مگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ صدق محض سچے اور مطابق حقیقت قول کو نہیں کہتے بلکہ اس کا اطلاق صرف اس قول پر ہوتا ہے جو بجائے خود بھی سچا ہو اور جس کا قائل ہی سچے دل سے اس حقیقت کو مانتا ہو جسے وہ زبان سے کہہ رہا ہے۔ مثلاً ایک شخص اگر کہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو یہ بات بجائے خود عین حقیقت کے مطابق ہے، کیونکہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، لیکن وہ شخص اپنے اس قول میں صادق صرف اسی وقت کہا جائے گا جبکہ اس کا اپنا عقیدہ بھی یہی ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ لہٰذا صدق کے لیے ضروری ہے کہ قول کی مطابقت حقیقت کے ساتھ بھی ہو اور قائل

کے ضمیر کے ساتھ بھی۔ اسی طرح صدق کے مفہوم میں وفا اور خلوص اور عملی راستبازی بھی شامل ہے۔ صادق الوعد (وعدے کا سچا) اس شخص کو کہیں گے جو عملاً اپنا وعدہ پورا کرتا ہو اور کبھی اس کی خلاف ورزی نہ کرتا ہو۔ صدیق (سچا دوست) اسی کو کہا جائے گا جس نے آزمائش کے مواقع پر دوستی کا حق ادا کیا ہو اور کبھی آدمی کو اس سے بے وفائی کا تجربہ نہ ہوا ہو۔ جنگ میں صادق فی القتال (سچا سپاہی) صرف وہی شخص کہلائے گا جو جان توڑ کر لڑا ہو اور جس نے اپنے عمل سے اپنی بہادری ثابت کر دی ہو۔ پس صدق کی حقیقت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ قائل کا عمل اس کے قول سے مطابقت رکھتا ہو۔ قول کے خلاف عمل کرنے والا صادق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی بنا پر تو آپ اس شخص کو جھوٹا واعظ کہتے ہیں جو کہے کچھ اور کرے کچھ۔ اب غور کرنا چاہیے کہ یہ تعریف جب صدق اور صادق کی ہے تو مبالغہ کے صیغہ میں کسی کو صدیق کہنے کا مطلب کیا ہو گا۔ اس کے معنی لازماً ایسے راستباز آدمی کے ہیں جس میں کوئی کھوٹ نہ ہو، جو کبھی حق اور راستی سے نہ ہٹا ہو، جس سے یہ توقع ہی نہ کی جا سکتی ہو کہ وہ کبھی اپنے ضمیر کے خلاف کوئی بات کہے گا۔ جس نے کسی بات کو مانا ہو تو پورے خلوص کے ساتھ مانا ہو، اس کی وفاداری کا حق ادا کیا ہو اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہو کہ وہ فی الواقع ویسا ہی ماننے والا ہے جیسا ایک ماننے والے کو ہونا چاہیے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، النساء، حاشیہ 99)۔

سورۃ النِّسَآء 99

صدیق سے مراد وہ شخص ہے جو نہایت راستباز ہو، جس کے اندر صداقت پسندی اور حق پرستی کمال درجہ پر ہو، جو اپنے معاملات اور برتاؤ میں ہمیشہ سیدھا اور صاف طریقہ اختیار کرے، جب ساتھ دے تو حق اور انصاف ہی کا ساتھ دے اور سچے دل سے دے، اور جس چیز کو حق کے خلاف پائے اس کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو جائے اور ذرا کمزوری نہ دکھائے۔ جس کی سیرت ایسی ستھری اور بے لوث ہو کہ اپنے اور غیر کسی کو بھی اس سے

خالص راست روی کے سوا کسی دوسرے طرز عمل کا اندیشہ نہ ہو۔ شہید کے اصل معنی گواہ کے ہیں۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے ایمان کی صداقت پر اپنی زندگی کے پورے طرز عمل سے شہادت دے۔ اللہ کی راہ میں لڑ کر جان دینے والے کو بھی شہید اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ جان دے کر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ جس چیز پر ایمان لایا تھا اسے واقعی سچے دل سے حق سمجھتا تھا اور اسے اتنا عزیز رکھتا تھا کہ اس کے لیے جان قربان کرنے میں بھی اس نے دریغ نہ کیا۔ ایسے راستباز لوگوں کو بھی شہید کہا جاتا ہے جو اس قدر قابل اعتماد ہوں کہ جس چیز پر وہ شہادت دیں اس کا صحیح و برحق ہونا بلا تامل تسلیم کر لیا جائے۔ صالح سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے خیالات اور عقائد میں، اپنی نیت اور ارادوں میں اور اپنے اقوال و افعال میں راہ راست پر قائم ہو اور فی الجملہ اپنی زندگی میں نیک رویہ رکھتا ہو۔

سورۃ الْحَدِیْد 34

اس آیت کی تفسیر میں اکابر مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن عباس، مسروق، ضحاک مقاتل بن حیان وغیرہ کہتے ہیں کہ اولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ پر ایک جملہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ایک الگ مستقل جملہ ہے۔ اس تفسیر کے لحاظ سے آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی صدیق ہیں۔ اور شہداء کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر اور ان کا نور ہے" بخلاف اس کے مجاہد اور متعدد دوسرے مفسرین اس پوری عبارت کو ایک ہی جملہ مانتے ہیں اور ان کی تفسیر کے لحاظ سے ترجمہ وہ ہو گا جو اوپر ہم نے متن میں کیا ہے۔ دونوں تفسیروں میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گروہ نے شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں لیا ہے، اور یہ دیکھ کر کہ ہر مومن اس معنی میں شہید نہیں ہوتا انہوں نے والشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ کو ایک الگ جملہ قرار دے دیا ہے۔ مگر دوسرا گروہ شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں نہیں بلکہ حق کی گواہی دینے والے کے معنی میں لیتا ہے اور اس لحاظ سے ہر مومن شہید ہے۔

ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر قابل ترجیح ہے اور قرآن و حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً۔(البقرہ۔143)

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک متوسط امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْداً عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ(الحج۔87)

اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ حدیث میں حضرت براء بن عازب کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے یہ فرماتے سنا مؤمنوا امّتی شهد آء، "میری امت کے مومن شہید ہیں،" پھر حضور نے سورۃ حدید کی یہی آیت تلاوت فرمائی (ابن جریر)۔ ابن مردویہ نے اسی معنی میں حضرت ابوالدرداء سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من فر بدینه من ارضٍ مخافة الفتنة علیٰ نفسه و دینه کتب عند الله صدیقا فاذا مات قبضه الله شهیداً ثم تلا هٰذاه الایة۔ "جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لیے کسی سرزمین سے نکل جائے وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اللہ شہید کی حیثیت سے اس کی روح قبض فرماتا ہے،" پھر یہ بات ارشاد فرمانے کے بعد حضور نے یہی آیت پڑھی (شہادت کے اس مفہوم کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، البقرہ، حاشیہ 144۔ النساء حاشیہ 99۔ جلد چہارم، الاحزاب، حاشیہ 82)۔

سورۃ الْحَدِیْد 35

یعنی ان میں سے ہر ایک جس مرتبے کے اجر اور جس درجے کے نور کا مستحق ہو گا وہ اس کو ملے گا۔ وہ اپنا اپنا اجر اور اپنا اپنا نور پائیں گے۔ ان کے لیے ان کا حصہ آج ہی سے محفوظ ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

والذین..... الجحیم (91:75) ”جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہے وہ دوزخی ہیں“۔ کون ہے جو اس اعزاز اور اس مرتبے کو چھوڑ سکتا ہے اور یہ سند کر سکتا ہے کہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائے۔ اب ایک تیسری چٹکی بھری جاتی ہے۔ یہ دعوت ایمان اور دعوت انفاق اور دعوت شہادت کے بعد ہے۔ اس میں بتایا جاتا ہے کہ ان مقامات بلند سے اگر کوئی چیز روک سکتی ہے تو وہ حب الدنیا ہے جبکہ دنیا نہایت حقیر، نہایت معمولی اور نہایت ہلکی چیز ہے۔ اور اس کے مقابلے میں آخرت بہت قیمتی ہے۔ ایک بہترین تمثیل !

Ayat No 9

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانٌ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۲۰﴾

I'lamooo annamal hayaa tud dunyaa la'ibunw wa lahwunw wa zeenatunw wa tafaakhurum bainakum wa takaasurun fil amwaali wal awlaad, kamasali ghaisin a'jabal kuffaara nabaatuhoo summa yaheeju fataraahu musfarran summa yakoonu hutaamaa; wa fil aakhirati 'azaabun shadeedunw wa magh firatum minal laahi wa ridwaan; wa mal haiyaa tuddun yaaa illaa mataa'ul ghuroor

(57 الحدید ایت 20 Al Hadeed Verse 57)

ترجمہ تفہیم القرآن

خُوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دُوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے۔ پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی۔ پھر وہ بُھس بن کر رہ جاتی ہے۔ اِس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹّی کے سوا کچھ نہیں۔36

Know well that the life of this world is merely sport and diversion and adornment and an object of your boasting with one another, and a rivalry in the multiplication of riches and children. Its likeness is that of rain: when it produces vegetation it delights the tillers. But then it withers and you see it turn yellow, and then it crumbles away. In the Hereafter there is (either) grievous chastisement (or) forgiveness from Allah and (His) good pleasure. The life of this world is nothing but delusion.

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْحَدِیْد 36

اس مضمون کو پوری طرح سمجھنے کے لیے قرآن مجید کے حسب ذیل مقامات کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ سورۃ آل عمران، آیات 14۔ 15۔ یونس، 24۔ 25۔ ابراہیم، 18۔ الکہف، 45۔ 46۔ النور، 39۔ ان سب مقامات پر جو بات انسان کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ دنیا کی زندگی دراصل ایک عارضی زندگی ہے۔ یہاں کی بہار بھی عارضی ہے اور خزاں بھی عارضی۔ دل بہلانے کا سامان یہاں بہت کچھ

ہے، مگر در حقیقت وہ نہایت حقیر اور چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جنہیں اپنی کم ظرفی کی وجہ سے آدمی بڑی چیز سمجھتا ہے اور اس دھوکے میں پڑ جاتا ہے کہ انہی کو پالینا گویا کامیابی کے منتہیٰ تک پہنچ جانا ہے۔ حالانکہ جو بڑے سے بڑے فائدے اور لطف و لذت کے سامان بھی یہاں حاصل ہونے ممکن ہیں وہ بہت حقیر اور صرف چند سال کی حیات مستعار تک محدود ہیں، اور ان کا حال بھی یہ ہے کہ تقدیر کی ایک ہی گردش خود اسی دنیا میں ان سب پر جھاڑو پھیر دینے کے لیے کافی ہے۔ اس کے برعکس آخرت کی زندگی ایک عظیم اور ابدی زندگی ہے۔ وہاں کے فائدے بھی عظیم اور مستقل ہیں اور نقصان بھی عظیم اور مستقل۔ کسی نے اگر وہاں اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی پالی تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ نعمت نصیب ہو گئی جس کے سامنے دنیا بھر کی دولت و حکومت بھی ہیچ ہے۔ اور جو وہاں خدا کے عذاب میں گرفتار ہو گیا اس نے اگر دنیا میں وہ سب کچھ بھی پالیا ہو جسے وہ اپنے نزدیک بڑی چیز سمجھتا تھا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بڑے خسارے کا سودا کر کے آیا ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

اعلموا .....متاع الغرور (02:75) ”خوب جان لو یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسری سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے۔ پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی۔ پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کی برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں“۔

اس دنیا کی زندگی کو اگر دنیا کے پیمانوں سے ناپا تولا جائے، تو ظاہری نظروں میں وہ ایک عظیم امر نظر آتا ہے۔ اور بہت ہی بڑا مسئلہ ہے لیکن اس دنیا کو اگر پوری کائنات کے زاویہ سے دیکھا جائے اور آخرت کے میزان کے مطابق اسے تولا جائے تو وہ ایک بہت ہی معمولی چیز ہے۔ یہاں قرآن کریم بتاتا ہے کہ یہ دنیا آخرت کے مقابلہ بازیچہ اطفال ہے۔ کیونکہ اصل جہاں تو آخرت ہے جہاں انسانوں کو اس دنیا کے اختتام پر جانا ہے۔

کھیل، تماشا، زینت، برتری جتانا، اور ہر چیز میں کثرت حاصل کرنا دنیا کی تمام بھرپور جدوجہد اور تمام مصروفیات کے پیچھے بس یہی کچھ ہے اس دنیا کے اس تمام کھیل کو قرآن اپنے مخصوص انداز میں ایک منظر کی شکل میں پیش کرتا ہے۔

کمثل.....نباتہ (02:75) ''اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشتکار خوش ہوگئے۔'' کفار سے مراد یہاں کاشتکار ہیں۔ کفر کا لغوی معنی چھپانا ہے۔ اور لغوی اعتبار سے کاشتکار کو کفار کہا جاتا ہے کہ وہ بیج کو زمین میں چھپاتا ہے لیکن یہاں اشارہ کفر کی طرف بھی ہے کہ وہ دنیاوی زندگی پر خوش ہوتا ہے۔

ثم.....مصفرا (02:75) ''پھر وہ کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ زرد ہوگئی''۔ اور کٹنے کے لئے تیار ہوگئی۔ کیونکہ اس سرسبزی کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور بہت جلدی وہ کٹنے کے وقت کو پہنچ جاتی ہے۔

ثم.....حطاما (02:75) ''پھر وہ بھسن بن کر رہ جاتی ہے۔'' اب اسکرین پر یہ حرکت اور دوڑ دھوپ ختم ہو جاتی ہے۔ فصل کٹنے کے منظر کے ساتھ حیات دنیا کا منظر بھی ختم ہو جاتا ہے۔

رہی آخرت تو اس کی شان ہی الگ ہے۔ آخرت کی شان یہ ہے کہ اس کا خیال رکھا جائے اور اسے اہمیت دی جائے۔ اور اس کو پیش نظر رکھ کر تیاری کی جائے۔

وفی الاخرۃ.....ورضوان(02:75)''اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اللہ کی مغفرت اوراس کی خوشنودی ہے۔''آخرت اس طرح چند لمحات میں گزرنے والی نہیں ہے جس طرح یہ دنیاچند لمحات میں گزر جاتی ہے۔یہ دنیا کی طرح نہیں ہے کہ ایک دانہ ہے۔وہ اگا اور پھر بھس بن گیا۔اور ختم بلکہ آخرت میں توحساب وکتاب ہے اور پھر دوام ہے۔لہٰذا اس کا انجام یہ ہونا چاہئے۔

ومالحیوۃ.....الغرور(02:75)''اور دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔'' اس سامان زندگی کی کوئی ذاتی حقیقت نہیں ہے۔یہ دھوکہ ہے۔یہ انسان کو لہو ولعب میں مشغول رکھتا ہے اور اس کی زندگی بالآخر دھوکے کا شکار ہوتی ہے۔

انسان اگر سنجیدگی سے تلاش حقیقت کرنے نکلے تو یہ زندگی ایک دھوکہ ہی ہے۔لیکن زندگی کو اسلام اور قرآن نے جس معنی میں متاع غرور کیا ہے اسے اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ دنیا کے معاملات سے انسان لاتعلق ہو جائے اور ترک دنیا کرلے۔نہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کی تعمیر وترقی میں دلچسپی نہ لی جائے۔اور یہاں انسان نے اللہ کے نائب ہونے کے حوالے جو ذمہ داری ادا کرنی ہے اسے ادا نہ کرے۔بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی قدر وقیمت اوراس کی حقیقت کے بارے میں انسانی شعور کو درست کیا جائے۔اور انسان کو بتایا جائے کہ اس دنیا کی حقیقی قدر وقیمت کیا ہے۔وہ یہ کہ دنیا ایک زائل ہونے والی اور ہر انسان سے رہ جانے والی ایک عارضی جگہ ہے۔اس کی جاذبیت اوراس کی اہمیت بھی اسی قدر ہونا چاہئے۔جن لوگوں سے یہ سورت مخاطب تھی وہ پہلے مومن تھے اور ان کے ذمہ کچھ ایمانی تقاضے تھے اور دنیا کے بارے میں ان کا تصور اور شعور درست کرنا ضروری تھا تاکہ وہ ایمانی فرائض سرانجام پاسکیں۔ہر مومن اپنے عقیدے اور نظریہ کے حوالے سے اس تصور کا محتاج ہے۔اگر مومن نے اپنے عقیدے اور نظریہ حیات کو یہاں قائم کرنا ہے تو اسے اپنے دل کو اس دنیا سے متعلق صاف کرنا ہوگا۔

چناچہ اسلام ان کو ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کا ایک نیا میدان دیتا ہے۔ وہ ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کا حقیقی میدان ہے۔ وہ مقصد جس کا تعلق ان کے انجام سے متعلق ہے۔ اور جس کا تعلق عالم بقا اور دار آخرت ہے۔